

1 عمومی جائزہ

اس رپورٹ کا تجزیہ جولائی تا مارچ مالی سال 12ء کی مدت تک محدود ہے۔

اگرچہ جی ڈی پی کی نمو کے اعتبار سے پاکستانی معیشت میں کچھ بحالی کے آثار دکھائی دیے ہیں تاہم کلیدی اظہارِیے ابھی تک کمزور ہیں۔ علی الخصوص، گرانی کا دباؤ تو پچھلے برس کی نسبت کسی قدر کم ہو گیا ہے تاہم گرانی کی توقعات مضبوط ہو گئی ہیں، بیرونی کھاتے کا بگاڑ توقع سے کم منفی رہا ہے لیکن جاری حسابات کے خسارے کو پورا کرنا بدستور مشکل ہے، اور آخری قلت یہ کہ ٹیکس کی وصولی میں بھرپور نمو کے باوجود مالیاتی کھاتے پر دباؤ ہے۔ مزید برآں، توانائی کی قلت اور کم سرمایہ کاری مسلسل معیشت کی نمو کی استعداد کو متاثر کر رہی ہے۔

جدول 1.1: منتخب معاشی اظہاریے				
میں 12ء	میں 11ء	میں 10ء		
شرح نمو (فیصد)				
1.1	-0.6	0.4	جولائی تا مارچ	بڑے پیمانے پر اشیا سازی
-3.0	26.0	5.2	جولائی تا مارچ	برآمدات (ایف او بی۔ پی نی ایس)
14.7	15.6	-3.9	جولائی تا مارچ	درآمدات (سی آئی ایف۔ پی نی ایس)
25.5	12.2	11.6	جولائی تا مارچ	ٹیکس حاصل
10.8	14.0	9.4	جولائی تا مارچ	صارف اشاریہ قیمت (مدت کا اوسط) ¹
6.4	7.1	4.7	جولائی تا مارچ	نئی شعبے کا قرضہ
8.1	9.4	6.0	جولائی تا مارچ	رشد زر (زر 2)
ارب ڈالر				
16.5	17.7	15.0	31 مارچ	مجموعی سیال ذخائر ²
9.7	8.0	6.6	جولائی تا مارچ	آنے والی ترسیلات
0.4	1.3	1.2	جولائی تا مارچ	خالص بیرونی سرمایہ کاری
فیصد جی ڈی پی ³				
4.3	4.3	4.2	جولائی تا مارچ	مالیاتی خسارہ
5.0	3.8	4.6	جولائی تا مارچ	تجارتی خسارہ
1.3	0.0	1.8	جولائی تا مارچ	جاری حسابات کا خسارہ
¹ بیس سال میں 08ء				
² اسٹیٹ بینک اور کرنل بینکوں میں				
³ نسب نما میں پورے سال کے جی ڈی پی پر مبنی				
ماخذ: بینک دولت پاکستان				

حال ہی میں جاری کردہ سرکاری قومی آمدنی حسابات کے مطابق مالی سال 12ء کے دوران معاشی نمو 3.7 فیصد ہے، جو گزشتہ سال کی 3.0 فیصد نمو سے زیادہ لیکن 4.2 فیصد کے ہدف سے کم ہے۔¹ بہر حال یہ کارکردگی اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ اگست 2011ء میں سیلاب، توانائی کی مسلسل قلت، تیل کی عالمی قیمتوں میں اضافے اور سلامتی کے خدشات کی وجہ سے کپاس کی فصل کو خاصا نقصان ہوا تھا۔

یہ نمو زیادہ وسیع البتہ دیرینی اور مالی سال 11ء کے مقابلے میں اشیاء پیدا کرنے والے شعبوں نے اس میں اپنا زیادہ حصہ ڈالا۔ مزید یہ کہ نمو میں ماضی کی طرح ملکی صرف (نجی اور سرکاری

¹ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ مالی سال 11ء کی جی ڈی پی کا تخمینہ 2.4 سے بڑھا کر 3.0 فیصد کر دیا گیا تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ بیس کا اثر آیا ہے۔

دونوں میں یکدم اضافے کی بنا پر تیزی آئی، جس کا اثر ملکی سرمایہ کاری اور بیرونی طلب میں کمی کی وجہ سے جزو ازاں ہو گیا۔ مسلسل چوتھے سال سرمایہ کاری میں مسلسل کمی باعث تشویش ہے کیونکہ اس سے معیشت کی طویل مدتی نمو میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔

توانائی کی قلت بدستور نمو کو محدود کر رہی ہے اور صرف توانائی بچانے کی کوششوں سے کمی پوری نہیں ہو سکتی۔ جولائی تا مارچ مالی سال 12ء کے دوران بجلی کی پیداوار معمولی سی بڑھی اور گیس کی فراہمی میں نمایاں اضافہ ہوا۔ ساتھ ہی ساتھ، نیز گردش قرضے کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوششوں کے باوجود بجلی کے شعبے میں سیالیت کے مسائل تیل کی بلند ترین الاقوامی قیمتوں کی وجہ سے بدتر ہو گئے۔

اگرچہ یہ دشواریاں معیشت کی صورتحال پر اثر انداز ہوتی رہیں گی تاہم جی ڈی پی کے اعداد و شمار میں ملکی اقتصادی سرگرمیوں کی نوعیت اور ہیئت ترکیبی تبدیلی چاہیے۔ پاکستان دفتر شماریات قومی آمدنی کے کھاتوں کی بیس تبدیل کر رہا ہے۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ پاکستان دفتر شماریات کو سہ ماہی بنیادوں پر جی ڈی پی کے تخمینے جاری کرنے پر غور کرنا چاہیے جو اب ابھرتی ہوئی منڈیوں میں یہ معمول کی کارروائی ہے۔ اس سے حقیقی معیشت کی صحیح اور بروقت تصویر سامنے آئے گی اور زیادہ فعال پالیسی اقدامات کی گنجائش نکل سکے گی۔

اگرچہ کم سرمایہ کاری اور توانائی کی قلت کے نمو کے حوالے سے براہ راست مضمرات ہیں تاہم مسلسل بلند مالیاتی خسارہ معیشت کے لیے بدستور بڑا خطرہ ہے۔ موجودہ اعداد و شمار سے جولائی تا مارچ م س 12ء کے لیے بجٹ خسارہ جی ڈی پی کا 4.3 فیصد ظاہر ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ پورے سال کا بجٹ خسارہ نظر ثانی شدہ ہدف 4.7 فیصد سے تجاوز کر جائے گا۔ مجموعی حاصل توقع سے کم ہیں۔²

مزید برآں اگرچہ جاریہ اخراجات کی نمو پچھلے سال کی نسبت کم ہے تاہم حکومت نے اپنے ترقیاتی اخراجات بڑھائے ہیں۔³ اگرچہ ان اخراجات سے ملک کی طویل مدتی نمو کے امکانات بہتر ہوئے ہیں تاہم مالیاتی دباؤ بھی پیدا ہوا ہے۔ ساتھ ہی سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں (پی ایس این) کی اصلاح کی کوششوں کے باوجود اہم پی ایس این (مثلاً پاکستان ریلویز اور پاکستان اسٹیل) کی کارکردگی بہتر نہیں ہوئی۔ اس سے ملک کے مالیاتی بوجھ میں اضافہ ہو رہا ہے۔

اس خسارے کو پورا کرنے کے لیے حکومت نے ملکی وسائل پر زیادہ انحصار کیا کیونکہ بیرون ملک سے رقوم کی آمد بند ہو گئی۔ جولائی تا مارچ م س 12ء میں حکومت نے 847.5 ارب روپے ملکی ذرائع سے قرض لیے جبکہ م س 11ء کی اسی مدت میں 700.1 ارب روپے لیے تھے۔⁴ حال میں مرکزی بینک سے لیے گئے قرض کی رقم بڑھتی گئی ہے۔

² ایف بی آر کی جانب سے گیس کی وصولی ہدف سے کم رہی، تھری جی لائسنسوں کی نیلامی تاخیر کا شکار ہو گئی، اتحادی سپورٹ فنڈ کی رقوم نہ آسکیں اور صوبوں کا فاضل توقع سے کم رہا۔

³ جولائی تا مارچ م س 12ء کے دوران مجموعی اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ 421 ارب روپے ترقیاتی اخراجات کے لیے استعمال کیے گئے۔ اگرچہ یہ سالانہ بجٹ کا صرف 57.1 فیصد ہے تاہم س 11ء کی اسی مدت میں پورے سال کے ہدف کا صرف 38.5 فیصد استعمال کیا گیا تھا۔ عملاً حکومت نے ترقیاتی اخراجات میں بہت اضافہ کر دیا ہے۔

⁴ اس میں توانائی اور اشیا کے شعبوں میں قابل ادائیگی رقوم جزو اچکانے کے لیے 391 ارب روپے کا قرض شامل ہے۔

اس طرح کا قرض گرانہ پیدا کرتا ہے اور معاشی استحکام کے لیے خطرہ ہے۔ فی الوقت دو قوانین -- مالیاتی ذمہ داری اور تحدید قرضہ ایکٹ (2005ء) اور نو ترمیم شدہ ایس بی پی ایکٹ (2012ء) -- بالترتیب قرضے کے مجموعی اسٹاک اور مرکزی بینک سے قرض گیری کے بارے میں ہدایات فراہم کرتے ہیں۔ اس وقت جو صورتحال ہے اس کے مطابق ان حدود کی پابندی نہیں کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر حکومت کے لیے مرکزی بینک سے قرض گیری کی خالص سہ ماہی حد مقرر کی گئی تھی تاہم اس نے مالی سال 12ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران 70.8 ارب روپے قرض لیے۔ دوسری سہ ماہی کے دوران بھی حکومت نے 227.9 ارب روپے قرض لیے۔

بھاری مالیاتی خسارہ پاکستان کے قرضے میں بڑے اضافے پر منبج ہوا ہے۔ جولائی تا مارچ م س 12ء کے دوران حکومتی ملکی قرضہ 12 کھرب روپے بڑھ کر 72 کھرب روپے تک پہنچ گیا۔ مزید برآں، قلیل مدتی قرض پر بہت زیادہ انحصار ہے۔ اس سے مرکزی بینک کے لیے انتظام سیالیت اور حکومت کے لیے اجرائے ثانی (رول اوور) اور شرح سود کے خطرات پیدا ہو رہے ہیں۔

اس دشواری کا اندازہ م س 12ء کی چوتھی سہ ماہی کے ٹی بل کی نیلامیوں کے نظام الاوقات سے ہو سکتا ہے۔ چوتھی سہ ماہی کا ہدف 995 ارب روپے ہے۔ اس میں سے 964.3 ارب روپے صرف میعاد پوری کرنے والے ٹی بلز کے اجرائے ثانی کے لیے ہیں۔ اب چونکہ بینک سہ ماہی ٹی بلز کو ترجیح دے رہے ہیں اس لیے توقع ہے کہ موجودہ قرض کی میعادیں مزید کم ہو جائیں گی جس سے اسٹیٹ بینک کے لیے انتظام سیالیت مشکل تر ہو جائے گا۔

اب تک اسٹیٹ بینک مالی منڈیوں اور ادائیگیوں کے نظام کو مناسب طور پر چلانے کے لیے منڈی کو سیالیت فراہم کرتا رہا ہے۔ اگرچہ اس کا مقصد عارضی سہارا دینا ہوتا ہے تاہم محسوس یہ ہوتا ہے کہ یہ مستقل خصوصیت بن گئی ہے۔ یہ کہنے کی حاجت نہیں کہ اس طرح سیالیت کے ادخال میں گرانہ کے حوالے سے مضمرات ہوتے ہیں۔

اگرچہ پچھلے برس کے مقابلے میں گرانہ کا دباؤ کم ہو گیا ہے تاہم گرانہ کی توقعات ابھی تک مضبوط ہیں اور عمومی گرانہ بلحاظ صارف اشاریہ قیمت دو ہندسوں میں ہے۔⁵ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اشیا کے مختلف گروپوں میں گرانہ کا نفوذ بڑھا ہے۔ اس تناظر میں اسٹیٹ بینک سے حکومتی قرض میں اضافے گرانہ کی توقعات کو مزید ہوا دے سکتا ہے۔

حکومت کی فنڈنگ کی بڑھتی ہوئی طلب کی وجہ سے بینکوں کو نجی شعبے کو مالکاری فراہم کرنے کی ترغیب نہیں مل رہی۔ ساتھ ہی نجی شعبے کی طلب اس سال کم ہونے کا امکان ہے کیونکہ جولائی تا مارچ م س 12ء میں نجی کاروباری اداروں کو دیے گئے قرضوں میں صرف 1.8 فیصد اضافہ ہوا، جو گزشتہ دس سال میں پست ترین شرح نمو ہے۔ یہ سست رفتاری جاری سرمائے اور تجارتی مالکاری میں مرکوز ہے۔⁶ تاہم یہ علامات نظر آرہی ہیں کہ مبین سرمایہ کاری قرضوں میں کمی اپنی زیریں ترین سطح تک پہنچ گئی ہے۔

⁵ گرانہ صرف ایک ماہ تک 10 فیصد سے نیچے رہنے کے بعد پھر دو ہندسوں میں آگئی ہے۔ گرانہ کا پھر بڑھنا متوقع تھا (تیل کی بلند بین الاقوامی قیمتوں کی منتقلی اور گیس کے نرخوں پر نظر ثانی، دوران سہ ماہی مرکزی بینک سے حکومتی قرض گیری میں تیزی اور موسم سرما میں توانائی کی قلت میں اضافے سے مجموعی رسد بڑھ گئی)۔

⁶ اس کا سبب کپاس کی قیمتوں میں کمی، گردش قرضے کا جزوی تصفیہ، چینی کی صنعت کو حکومتی مدد، ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر گرنے کے بعد بیرونی کرنسی کے قرضوں کی واپسی ہے۔

آخر، بیرونی شعبے میں، مالی سال 12ء کی تیسری سہ ماہی کی صورتحال توقع سے کم منفی رہی۔ اس قدرے بہتری کی وجہ ترسیلات کی آمد میں اضافہ اور پست تجارتی خسارہ ہے۔ بہر کیف جولائی تا مارچ م س 12ء کے دوران جاری حسابات کا خسارہ 3.1 ارب ڈالر ہے جبکہ گزشتہ برس کی اسی مدت میں ایک کروڑ ڈالر تھا۔ اس سے اہم بات یہ ہے کہ اس سہ ماہی کے دوران اتحادی سپورٹ فنڈ، تھری جی لائنسز کی نیلامی اور پی ٹی سی ایل کی نجکاری کی آمدنی کی توقع رقم نہیں آئی۔ پھر بھی آخر مارچ 2012ء تک زرمبادلہ کے ذخائر 16.4 ارب ڈالر کر تک پہنچ گئے جبکہ آخر جون 2011ء میں 18.2 ارب ڈالر تھے۔ اسٹیٹ بینک کے ذخائر پورے مالی سال 12ء میں رو بہ زوال رہے جبکہ جدولی بینکوں کے زرمبادلہ کے ذخائر اس مدت کے دوران بڑھے۔

ملک میں توانائی کی قلت، تیل کی بین الاقوامی قیمتوں اور عالمی طلب کی سست بحالی کے تناظر میں دیکھا جائے تو مالی سال 12ء کی تیسری سہ ماہی کا پست تجارتی خسارہ اور بھی خوش آئند ہے۔

جدول 1.2: اہم معاشی اظہار یوں کے متعلق اسٹیٹ بینک کی پیش گوئیاں			
م س 12ء	م س 11ء	اہداف	اسٹیٹ بینک کی پیش گوئیاں
شرح نمو فیصد میں			
جی ڈی پی	2.4	4.2	3.7 ¹
صارف اشاریہ قیمت گرانی	13.7	12.0	10.5-11.5
زرمبادلہ	15.9	-	13.0-14.0
ارب امریکی ڈالر			
کارکنوں کی ترسیلات زر	11.2	12.0	13.0-13.5
برآمدات (ایف او بی۔ ادائیگیوں کا توازن)	25.4	25.8	24.0-25.0
درآمدات (ایف او بی۔ ادائیگیوں کا توازن)	35.8	38.0	40.0-40.5
جی ڈی پی کا فیصد			
مالیاتی خسارہ	6.6	4.7 ²	5.5-6.5 ³
جاری کھاتے کا خسارہ	-0.1	0.6	1.5-2.5

نوٹ: مالیاتی و جاری کھاتے کے خسارے کے اہداف اور جی ڈی پی کے تناسبات مالی سال 12ء کی بجٹ دستاویز میں دی گئی نامیہ جی ڈی پی پر مبنی ہیں، جبکہ ان کی پیش گوئیاں سال کے لیے وفاقی دفتر شماریات کی عبوری تخمین شدہ نامیہ جی ڈی پی پر مبنی ہیں۔

¹ یہ اسٹیٹ بینک کی پیش گوئیوں کے بجائے پاکستان دفتر شماریات کے عبوری تخمینے ہیں۔

² یہ م س 12ء کے لیے مالیاتی خسارے کا نظر ثانی شدہ ہدف ہے۔ اصل ہدف جی ڈی پی کا 4.0 فیصد تھا۔

³ بالائی حد کے حوالے سے ایف بی آ کے ٹیکس محاصل میں کمی، تھری جی لائنسز کی صفروصولیاں، اتحادی سپورٹ فنڈ میں کمی، صوبائی حکومت کا بیلنس بجٹ اور تجاوز اخراجات فرض کیے گئے ہیں۔

مستقبل کے امکانات

جیسا کہ پچھلی سطور میں ذکر ہوا، مسلسل گرانی اور مالیاتی و جاری حسابات پر دباؤ معیشت کی سب سے بڑی دشواریاں ہیں۔

گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت کے حالیہ رجحان کے پیش نظر اسٹیٹ بینک نے اپنی پیش گوئی 0.5 فیصدی درجے گھٹا دی ہے (دیکھئے جدول 1.2)۔ دوسری جانب تیسری سہ ماہی میں بیرونی کھاتے پر توقع سے کم دباؤ کے باوجود اسٹیٹ بینک نے رواں سال کے لیے جاری حسابات کے خسارے کی پیش گوئی برقرار رکھی ہے۔

آخر، گردش قرضے کے تصفیے کی کوششوں، پی ایس ایز میں مسلسل نقصانات، اتحادی سپورٹ فنڈ کی آمد میں رکاوٹوں اور تھری جی لائنسز کی نیلامی کی رقوم رواں مالی سال میں دستیاب نہ ہونے کے پس منظر

میں مالیاتی خسارے کی حدود کے حوالے سے بالائی حد بڑھنے کا خطرہ غالب ہے۔

پس فکر⁷

اگر پاکستانی معیشت کو معروضی انداز میں دیکھا جائے تو یہ ظاہر ہے کہ نظام کو سنگین دشواریوں کا سامنا ہے جن کی فہرست سب کو معلوم ہے: بڑھتی ہوئی ملکی مالکاری کا متقاضی مالیاتی دباؤ، معاشی اور سماجی بوجھ کا باعث بننے والی توانائی کی قلت، کم سرمایہ کاری جو مستقبل کی نمو کی جڑیں کاٹ رہی ہے، امن وامان کے مسائل اور ہمسایہ ملک افغانستان میں جاری جنگ۔

صاف گوئی سے کام لیا جائے تو پاکستان کے معاشی اعداد و شمار سے دو باتوں کا اظہار ہوتا ہے: اول، پاکستان جنوبی ایشیا میں اپنے ہمسایوں سے پیچھے رہ گیا ہے۔ دوم، یہ نوعی جو اپنے امکانات سے پست ہے، مذکورہ بالا مشکلات کے تناظر میں دیکھی جائے تو خاصی متاثر کن ہے۔ ہمارے خیال میں مؤخر الذکر نکتے کو صحیح طور پر سمجھنا نہیں گیا۔

یہ احساس بڑھ رہا ہے کہ پاکستان کی غیر دستاویزی معیشت (بے ضابطہ شعبہ) متحرک ہے اور یہ کہ سرکاری اعداد و شمار میں معاشی سرگرمیوں کی اس سطح کو پورے طور پر بیان نہیں کیا جاتا جو دیکھی جاسکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں میں ایک عدم ربط محسوس ہوتا ہے۔

یہ عدم ربط اس وقت مزید واضح ہو جاتا ہے جب یورپی یونین کے ممالک کی معاشی حالت زار کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، جہاں قرضے کے بحران نے یورو کے وجود کو خدو خد بنادیا ہے اور اس بحران کے نتائج سنبھالنے نہیں سنبھل رہے ہیں۔ چونکہ یونان، برطانیہ اور اسپین جیسے ممالک اب باضابطہ طور پر کساد بازاری کا شکار ہیں اس لیے یہ تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ کساد بازاری کی نشانیاں کیا ہوتی ہیں:

☆ غیر یقینی کیفیت کے جڑ پکڑنے کے ساتھ پست تر صارفی طلب (خصوصاً پائیدار صارفی اشیا کی مانگ)۔

☆ نتیجے کے طور پر چھوٹے کاروبار کی بندش۔

☆ ریسٹورانوں، ہسپتال اور بیرون ملک سفر جیسی پر تعیش خدمات کی طلب کاروبہ زوال ہونا۔

☆ خردہ حجم اور معمول کے ٹریڈ کے بہاؤ میں کمی۔

☆ تعمیراتی سرگرمیوں کا گھٹ جانا، اور

☆ بیروزگاریوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے ساتھ منڈیوں اور شاپنگ مالز میں خریداروں کی گھٹتی ہوئی تعداد۔

ہمیں پاکستان میں یہ چیزیں دکھائی نہیں دیتیں۔ تسلیم کہ یہ سنی سنائی ہے کیونکہ اس نقطہ نظر کی تصدیق کے لیے ٹھوس اعداد و شمار نہیں لیکن معیشت کی اصل کارکردگی جانچنے کے لیے منقولی شواہد اکثر معلومات کے تازہ ترین ذرائع ہوتے ہیں۔

یہ تجربی طور پر معلوم حقیقت ہے کہ پاکستان میں بے ضابطہ شعبہ خوب پھل پھول رہا ہے اور روزگار، آمدنی اور اشیا و خدمات کی طلب پیدا کر رہا ہے۔ یہ چیز پھل کر حقیقی پیداوار کے شعبے میں دستاویزی شکل میں آرہی ہے۔ چنانچہ جیسا کہ باب 2 میں کہا گیا ہے، واضح علامات ہیں کہ تعمیراتی سرگرمیاں بڑھ رہی ہیں جس سے ذیلی شعبہ مثلاً اسٹیل، سیمنٹ، کیمیائی اشیا، الکٹری، شیشہ، رنگ و روغن وغیرہ مستفید ہو رہے ہیں۔

⁷ اس سیکشن میں اسٹیٹ بینک کے اقتصادی مشیر اعلیٰ ڈاکٹر مشتاق اے خان کا نقطہ نگاہ دیا گیا ہے۔

بیشتر حلقے اعتراف کریں گے کہ متحرک بے ضابطہ شعبہ رحمت ہے کیونکہ اس سے باضابطہ معاشی سرگرمیوں کو ہمیز مل رہی ہے اور پاکستان یورپ جیسی بھرپور کساد بازاری سے بچا ہوا ہے۔ مزید یہ کہ سماجی تحفظ کے جال کا مخدوش ہو جانا یورپ میں عوامی غم و غصے کو ہوا دے رہا ہے لیکن پاکستان میں اس کی اس لیے اہمیت نہیں کہ مشترکہ کنبہ اور کمیونٹی بزرگوں، بیروزگاروں اور محروم افراد کا سہارا بن جاتے ہیں۔ یہ سب نکات تسلیم مگر بہتر ہوگا کہ معاملات کو صحیح تناظر میں دیکھا جائے۔

اگرچہ مشترکہ خاندان، مساجد، محلے اور قومیت کی سطح کی فلاحی تنظیموں جیسے معاشرتی ادارے سماجی اور اقتصادی بہبود کے مستحکم اور پائیدار ذرائع ہیں تاہم سرکاری سبفٹنی ٹینٹس سے آگے ریاست کا کردار ختم نہیں کیا جاسکتا۔ علی الخصوص طبعی انفراسٹرکچر اور دیگر اشیائے عامہ (مثلاً امن و امان، نفاذ قانون، عدالتی خدمات اور کنٹریکٹ کا نفاذ، تفریحی مقامات وغیرہ) نجی ادارے پورے طور پر فراہم نہیں کر سکتے جو پائیدار معاشی سرگرمیوں کے فروغ کے لیے درکار ہوتی ہیں۔ اگر مطلق خود کفالت کی سوچ مزید جڑ پکڑ گئی تو یہ معیشت کو تقسیم کر سکتی ہے۔

جیسا کہ عالمی معیشت میں ایشیائی ممالک کی بڑھتی ہوئی طاقت سے ظاہر ہے، بڑی منڈیوں کی تلاش معاشی خوشحالی کے لیے ضروری ہے کیونکہ اس سے معاشی کفایت اور تخصیص دونوں کی گنجائش پیدا ہوتی ہے۔ اس تناظر میں، اندرونی مزاحمت کے باوجود پاکستانیوں کو دستاویزیت اور ٹیکس ادا کرنے کی ضرورت کو قبول کرنا چاہیے۔ صرف اسی طرح ریاست کو وہ پلٹ فارم قائم کرنے اور برقرار رکھنے کے لیے وسائل مہیا ہوں گے جو بلند اور پائیدار معاشی نمو کے لیے درکار ہیں۔